بہارِ تحریر

(پہلا حصہ)

"علمی، تحقیقی اور اصلاحی تحریروں پر مشتمل ایک مختصر رسالہ"

عبد مصطفیٰ

عبد مصطفیٰ آفیشل

بہار تحریر

(پہلا حصہ)

عبد مصطفی
محمد صابر اسماعیلی قادری رضوی

عبد مصطفی آفیشل

رسالے کا نام : بہار تحریر (پہلا حصہ)
کاوش : محمد صابر اسماعیلی قادری رضوی (عبد مصطفی)
زبان : اردو
صفحات : 32
ناشر : عبد مصطفی آفیشل
سنہ و ماہ اشاعت : شوال، 1440ھ
قیمت :

فہرست

(1) اسے کہتے ہیں دین کی خدمت

(2) آپ کیا پڑھتے ہیں؟

(3) 800 جلدوں پر مشتمل کتاب

(4) 30000 اوراق کی تفسیر

(5) جنت میں آدھی آبادی ہماری ہوگی

(6) کیا آپ بھی جواب دیتے ہیں؟

(7) آپ نے سچ فرمایا میرے آقا

(8) آپ اِن میں سے کیا ہیں؟

(9) آیت بعد میں نازل ہوئی

(10) اب کیا دیکھوں جب تو سامنے ہے

(11) ابلیس کی بیٹی اور داماد

(12) ابلیس کی بیوی کا نام

(13) علامہ ابن حجر مکی اور حضرت امیر معاویہ

(14) اذان بلال

(15) جاہل حفاظ کی منگھڑت روایت

(16) اسے کہتے ہیں دوستی

(17) اعلی حضرت اور 8 ربیع الاول

(18) اعلی حضرت اور تقریر

(19) ڈاکٹر اقبال

(20) امام اعمش اور قصہ گو مقرر

(21) امام ربیع بن نافع حلبی اور حضرت امیر معاویہ

(22) امام شعبی اور جھوٹا مقرر

(23) امام قسطلانی اور میلاد

(24) ایمان اور حب محمد ﷺ

(25) ایک طرف علم دین اور ایک طرف بیٹے کا جنازہ

بسم الله الرحمن الرحیم

اسے کہتے ہیں دین کی خدمت

امام شعرانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ حافظ ابن شاہین کی مسند فی الحدیث سولہ سو (1600) جلدوں پر مشتمل ہے!

اور لکھتے ہیں کہ انھوں نے جو قرآن کی تفسیر لکھی ہے وہ ایک ہزار (1000) جلدوں پر مشتمل ہے! اور اس کے علاوہ آپ کی تین سو تیس کتابیں ہیں!!!

(انظر: ارشاد الحیاری)

بیان کیا گیا ہے کہ شیخ عبدالغفار قوصی نے مذہب شافعی کے بیان میں ایک ہزار (1000) جلدیں تصنیف فرمائیں!

(ایضاً)

علامہ ابن جوزی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ ابوالوفاء بن عقیل کی ایک کتاب آٹھ سو (800) جلدوں میں ہے اور آپ نے اسی (80) فنون پر کتابیں لکھی ہیں!

(علم اور علما کی اہمیت)

بیان کیا گیا ہے کہ شیخ ابو الحسن اشعری نے چھے سو (600) جلدوں کی ایک تفسیر لکھی ہے!
شیخ اکبر کی تفسیر سو (100) جلدوں میں ہے!

(ارشاد الحیاری)

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے اپنے شاگردوں سے فرمایا تھا کہ میں اگر قرآن کی تفسیر لکھوں تو وہ تیس ہزار (30000) اوراق پر مشتمل ہو گی!

امام محمد رحمہ اللہ کی تالیفات ایک ہزار (1000) کے قریب ہیں!

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے اپنی زندگی میں تین لاکھ اٹھاون ہزار (358000) اوراق لکھے!

علامہ باقلانی نے صرف معتزلہ کے رد میں ستر ہزار (70000) اوراق لکھے!

(علم اور علما کی اہمیت)

امام سیوطی رحمہ اللہ کی تصانیف کی تعداد پانچ سو (500) کے قریب ہے جن میں سے بہت سی کئی جلدوں پر مشتمل ہیں!

(ارشاد الحیاری)

امام غزالی رحمہ اللہ نے اٹھتر (78) کتابیں لکھیں جن میں سے صرف "یاقوت التاویل" چالیس (40) جلدوں میں ہے!
مشہور طبیب ابن سینا کی بھی کئی کتابیں ہیں جو کئی جلدوں پر مشتمل ہیں!
حافظ ابن حجر عسقلانی کی "فتح الباری" چودہ (14) جلدوں میں، "تھذیب التھذیب" بارہ (12) جلدوں میں اور "تغلیق التغلیق" پانچ (5) جلدوں میں ہے!
امام احمد رضا خان رحمہ اللہ کی تصانیف 1000 سے زیادہ ہیں!

(علم اور علما کی اہمیت)

اللہ تعالیٰ ان بزرگوں کے صدقے ہمیں بھی لکھنے کی صلاحیت عطا فرمائے- آمین-

آپ کیا پڑھتے ہیں؟

جس طرح کھانے سے پہلے یہ دیکھنا ضروری ہے کہ کھانا طبیعت کے موافق ہے یا نہیں اسی طرح کچھ پڑھنے سے پہلے یہ دیکھنا بھی ضروری ہے کہ اس کو لکھنے والا عقیدے کے موافق ہے یا نہیں- اگر آپ کسی گمراہ شخص کی لکھی ہوئی باتوں کو پڑھتے ہیں تو یہ آپ کے عقیدے کے لیے کافی خطرناک ثابت ہو سکتا ہے!

ایسے کئی لوگوں کی مثالیں پیش کی جا سکتی ہیں جنھوں نے خود پر بھروسے کے سہارے بدمذہبوں کی کتابوں کے سمندر میں کشتی چلانے کی کوشش کی لیکن دنیا نے دیکھا کہ ان کی کشتی ایسی ڈوبی کے انھیں خبر تک نہ ہوئی!

لوگوں کے لیے یہ بالکل جائز نہیں کہ بدمذہبوں کی کتابیں یا تحریریں پڑھیں کیوں کہ ممکن ہے ان کی کوئی بات آپ کے دل میں جگہ بنا لے پھر دھیرے دھیرے پورے دل و دماغ پر قبضہ کر بیٹھے!

شیخ محی الدین ابن عربی (م638ھ) لکھتے ہیں کہ حضرت سیدنا ابو عبداللہ یابُری اِشبیلی کا شمار اولیا میں ہوتا ہے- ایک رات آپ ایسی کتاب پڑھ رہے تھے جو امام غزالی علیہ الرحمہ کے رد پر لکھی گئی تھی کہ بینائی (آنکھوں کی روشنی) چلی گئی! آپ نے فوراً بارگاہ خداوندی میں سجدہ ریز ہو کر گریہ وزاری کی اور قسم کھائی کہ آئندہ کبھی بھی اس کتاب کو نہ پڑھوں گا، اسے اپنے آپ سے دور رکھوں گا تو اسی وقت بینائی واپس لوٹ آئی-

(روح القدس فی مناصحة النفس

بہ حوالہ کشف النور عن الاصحاب القبور مع الحدیقة الندیة، ج2، ص8، و تقدیم احیاء العلوم، ج1، ص75، ط مکتبة المدینة کراچی)

بدمذہبوں کی کتابیں ہرگز نہ پڑھیں اور نہ تو ان کی تقریریں سنیں- آج کل کچھ لوگ جنھیں اپنے عقائد کا صحیح سے علم نہیں وہ بھی بدمذہبوں کا رد کرنے کے لیے ان کی کتابیں پڑھتے ہیں! جان لیجیے کہ یہ بالکل جائز نہیں!

800 جلدوں پر مشتمل کتاب

ہم اگر صحیح سے ایک کتاب لکھنا چاہیں تو سالوں کا وقت صرف مواد جمع کرنے میں گزر جاتا ہے لیکن کچھ ہستیاں ایسی بھی گزری ہیں جنھوں نے میدان تصنیف میں ایسی دھوم مچائی ہے کہ دنیا انھیں بھول نہیں سکتی۔

چناں چہ علامہ ابن جوزی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ ابوالوفاء بن عقیل اللہ کا وہ بندہ ہے جس نے 80 فنون کے بارے میں کتابیں لکھی ہیں اور ان کی ایک کتاب 800 جلدوں میں ہے! اور کہا جاتا ہے کہ دنیا میں لکھی جانے والی کتابوں میں یہ سب سے بڑی کتاب ہے۔

(ملخصاً: علم اور علما کی اہمیت، ص20،
شیخ الحدیث والتفسیر مفتی محمد قاسم قادری حفظہ اللہ،
مکتبہ اہل سنت پاکستان)

تیس ہزار (30000) اوراق پر مشتمل تفسیر

ایک دن امام ابن جریر رحمہ اللہ نے اپنے شاگردوں سے فرمایا کہ اگر میں قرآن کی تفسیر لکھوں تو تم پڑھو گے؟

شاگردوں نے کہا کہ کتنی بڑی تفسیر ہوگی؟

آپ نے فرمایا کہ تیس ہزار اوراق پر مشتمل ہوگی! شاگرد کہنے لگے: حضرت! اتنی لمبی تفسیر پڑھنے کے لیے اتنی لمبی عمر کہاں سے لائیں گے؟ چناں چہ پھر علامہ ابن جریر نے تین ہزار اوراق پر مشتمل تفسیر لکھی۔

(متاع وقت اور کاروان علم، ص184

بہ حوالہ علم اور علما کی اہمیت، ص20،

شیخ الحدیث والتفسیر مفتی محمد قاسم قادری حفظہ اللہ،

مکتبہ اہل سنت پاکستان)

جنت میں آدھی آبادی ہماری ہوگی

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالی عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہم سے فرمایا کہ کیا تم اس بات سے راضی نہیں ہو کہ جنت میں تمھاری تعداد تمام جنتیوں کی چوتھائی ہو؟
حضرت ابن مسعود فرماتے ہیں کہ ہم نے خوشی سے نعرۂ تکبیر بلند کیا! پھر حضور ﷺ نے فرمایا:
کیا تم اس بات سے راضی نہیں ہو کہ جنت میں تمھاری تعداد تمام جنتیوں کی تہائی ہو؟
حضرت ابن مسعود فرماتے ہیں کہ ہم نے خوشی سے نعرۂ تکبیر بلند کیا! پھر حضور ﷺ نے فرمایا:
مجھے امید ہے کہ جنت میں تمھاری تعداد تمام جنتیوں سے آدھی (پچاس فی صد) ہو گی-

(ملتقطاً: صحیح مسلم، باب بیان کون ھذہ الامۃ... الخ، ر437)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالی عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے، میری خواہش ہے کہ تم تمام جنتیوں کے نصف (آدھے) ہو-

(ایضاً، ر440، ملتقطاً)

اس امت پر یہ مہربانی صرف اور صرف حضور ﷺ کی وجہ سے ہے-
اس حدیث سے ان فرقوں کا رد بھی ہو جاتا ہے جن کی تعداد ایک شہر بھرنے کے برابر بھی نہیں؛ وہ بھلا آدھی جنت کیسے بھریں گے؟
الحمدللہ حضور ﷺ نے یہ بشارت سواد اعظم، اہل سنت و جماعت کو عطا فرمائی ہے-

کیا آپ بھی جواب دیتے ہیں؟

حضرت سیدنا ابو حفص نیشاپوری علیہ الرحمہ خراسان میں حضرت جنید بغدادی علیہ الرحمہ جیسے مقام کے حامل تھے- آپ فرماتے ہیں کہ عالم وہ ہوتا ہے جس سے کوئی دینی مسئلہ پوچھا جائے تو وہ غمزدہ ہو جائے یہاں تک کہ اگر اسے زخمی کیا جائے تو (صحیح جواب دینے کے) خوف کے باعث اس کے جسم سے خون نہ نکلے اور اسے یہ ڈر لاحق ہو کہ دنیا میں پوچھے گئے اس سوال کے متعلق آخرت میں اس سے پوچھا جائے گا- نیز وہ اس بات سے بھی خوف زدہ ہو کہ وہ سوال کا جواب دینے سے نہیں بچ سکتا کیوں کہ علمائے کرام کے فقدان کی وجہ سے اب اس پر جواب دینا فرض ہو چکا ہے، یہی وجہ ہے کہ سیدنا ابن عمر رضی اللہ تعالی عنہ دس میں سے صرف ایک سوال کا جواب دیتے اور فرمایا کرتے کہ تم ہمیں جہنم کا پل بنا کر اس پر سے یہ کہتے ہوئے گزرنا چاہتے ہو کہ ابن عمر نے ہمیں ایسا ایسا فتوی دیا تھا-

(اتحاف السادۃ المتقین، کتاب العلم، ج1، ص651، 653
بہ حوالہ قوت القلوب اردو، ج1، فصل31، ص741)

اس سے صرف علما ہی کو نہیں بلکہ ان مبلغین، مقررین اور لوگوں کو بھی عبرت حاصل کرنی چاہیے جن سے عام لوگ شرعی مسائل پوچھتے ہیں- جواب دینے سے پہلے سوچ سمجھ لیں کیوں کہ آخرت میں اس کے متعلق آپ سے بھی سوال کیا جائے گا- اگر معلوم ہو تو ہی کچھ بتائیں ورنہ کھلے الفاظ میں کہ دیں کہ مجھے اس کا علم نہیں- اگر آپ نے کسی کو غلط مسئلہ بتا دیا تو صرف اسی کا نہیں بلکہ وہ جتنے لوگوں کو بتائے گا، سب کے اس پر عمل کرنے کا وبال آپ کے سر آئے گا!

آپ نے سچ فرمایا میرے آقا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:
اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں محمد کی جان ہے! تم لوگوں پر ایک دن ضرور ایسا آئے گا کہ تم مجھے نہیں دیکھ سکو گے اور میری زیارت کرنا تم لوگوں کے نزدیک اہل (گھر والوں) اور مال سے زیادہ محبوب ہو گا-

(صحیح مسلم، باب فضل النظر الیہ ﷺ و تمنیہ، ح6008)

علامہ خطابی لکھتے ہیں کہ (حضور کے وصال کے بعد) بعض صحابہ نے (تو یہاں تک) کہا کہ رسول اللہ ﷺ کی تدفین مبارک کے بعد ہم خود اپنے آپ کو اجنبی لگتے تھے!

(شرح صحیح مسلم للسعیدی، جلد سادس،
کتاب الفضائل، ص828، ملتقطاً)

آپ اِن میں سے کیا ہیں؟

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا:

الا ان الدنیا ملعونۃ ملعونٌ ما فیھا الا ذکر اللہ وما والاہ وعالم او متعلم

ترجمہ: دنیا ملعون (لعنت زدہ) ہے اور اس میں موجود ہر چیز ملعون ہے؛ صرف اللہ تعالی کا ذکر، اس کا ذکر کرنے والا، عالم اور طالب علم (ملعون نہیں ہیں)

(ابن ماجہ، ج2، ص780، ر4112، ط شبیر برادرز لاہور، س2013ء۔ و ترمذی، ج4، ص281، ر2322، ط دعوت اسلامی پاکستان)

اللہ عزوجل سے دعا ہے کہ وہ ہمیں دنیا کی محبت سے بچائے اور اپنا ذکر کرنے اور زیادہ سے زیادہ علم دین حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آیت بعد میں نازل ہوئی

نبی کریم ﷺ نے روم کے بادشاہ ہرقل (ہِرقِل / ہِرَقْل) کی طرف ایک مکتوب روانہ فرمایا۔ اس مکتوب میں حضور ﷺ نے یہ آیت مبارکہ لکھوائی:

قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍۢ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهٖ شَيْـًٔا وَّلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُوْلُوا اشْهَدُوْا بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ ○

(آل عمران:64)

تعجب کی بات یہ ہے کہ مذکورہ آیت اس وقت نازل ہی نہیں ہوئی تھی!

یہ آیت اس مکتوب کے بھیجنے کے تین سال بعد نازل ہوئی ہے۔

اس سلسلے میں علامہ ابن حجر عسقلانی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے اس آیت کے نزول سے پہلے ہی اس کو لکھ دیا تھا اور بعد میں جب یہ آیت نازل ہوئی تو آپ ﷺ کے لکھے ہوئے کے موافق تھی اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ آیت دوبارہ نازل ہوئی ہو لیکن یہ بعید ہے۔

(فتح الباری، ج1، ص517 بہ حوالہ نعم الباری فی شرح صحیح البخاری)

حضرت علامہ غلام رسول سعیدی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ مَیں کہتا ہوں کہ اس میں ابن عربی کے اس قول کی تائید ہے کہ قرآن مجید کے مکمّل نزول سے پہلے آپ ﷺ کو اس کا اجمالی علم تھا۔

(نعم الباری فی شرح صحیح البخاری، کتاب الوحی، ج1، ص161)

اب کیا دیکھوں جب تو سامنے ہے

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنھا فرماتی ہیں:

میں چرخہ کات رہی تھی اور حضور اکرم ﷺ میرے سامنے بیٹھے ہوئے اپنے جوتے کو پیوند لگا رہے تھے- آپ ﷺ کی پیشانی مبارک پر پسینے کے قطرے تھے جن سے نور کی شعائیں نکل رہی تھیں- اس حسین منظر نے مجھے چرخہ کاتنے سے روک دیا، بس میں آپ کو دیکھ رہی تھی؛ آپ ﷺ نے فرمایا: تجھے کیا ہوا؟

میں نے عرض کی: آپ کی پیشانی مبارک پر پسینے کے قطرے ہیں جو نور کے ستارے معلوم ہوتے ہیں-

اگر (عرب کا مشہور شاعر) ابو کبیر آپ کو اس حالت میں دیکھ لیتا تو یقین کر لیتا کہ اس کے شعر کا مصداق آپ ہی ہیں کہ:

واذا نظرت الی اسرۃ وجھه

برقت بروق العارض المتھلل

یعنی جب میں اس کے روے مبارک کو دیکھتا ہوں تو اس کے رخساروں کی چمک مثل ہلال نظر آتی ہے-

(ابن عساکر، ابو نعیم، دیلمی، خطیب، زرقانی علی المواھب، ذکر جمیل بہ حوالہ کمال و جمال حبیب، ص180)

ابلیس کی بیٹی اور داماد

حضرت سیدنا علی خوّاص رحمت اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ پوری دنیا ابلیس لعین کی بیٹی ہے اور اس سے محبت کرنے والا ہر شخص اس کی بیٹی کا خاوند ہے لہذا ابلیس اپنی بیٹی کی خاطر دنیادار شخص کے پاس آتا رہتا ہے۔

(العهود المحمدية، قسم المامورات، ص125

بہ حوالہ الحديقة الندية شرح الطريقة المحمدية، ج1، ص136)

کہیں ہم بھی دنیا سے محبت کر کے ابلیس کے داماد تو نہیں بن بیٹھے؟

آج ہمارے پاس دنیاوی علم ہے دینی نہیں، انگریزی بولنا جانتے ہیں لیکن عربی پڑھنا نہیں، گھر میں گاڑیاں، سوفا، اے سی، فرِج وغیرہ ہے مگر دینی کتابیں نہیں!!!

کہیں ہم صحیح میں ابلیس کے داماد تو نہیں؟

ابلیس کی بیوی کا نام

ایک شخص نے امام شعبی رضی اللہ تعالی عنہ سے پوچھ لیا کہ ابلیس کی بیوی کا کیا نام تھا؟ اب بتایئے کہ اس کا جواب جان کر اس شخص کو کیا فائدہ ہوتا؟ کیا یہ عقائد کا حصہ ہے یا کوئی ضروری مسئلہ ہے؟

امام شعبی رضی اللہ تعالی عنہ نے بھی سوال کے جیسا ہی جواب عطا فرمایا؛ آپ نے فرمایا کہ ابلیس کے نکاح میں مَیں شریک نہیں ہو پایا تھا، اس لیے (اس کی بیوی کے) نام سے واقف نہیں-

(المراح فی المزاح, ابو البرکات بدر الدین محمد شافعی، ص69)

ہمیں چاہیے کہ جب علما سے سوال کرنے کا موقعہ میسر آئے تو فالتو سوال کر کے وقت کو ضائع نہ کیا جائے بلکہ ضروری سوال کیا جائے جس کا جواب مفید ثابت ہو-

علامہ ابن حجر مکی اور حضرت امیر معاویہ

مشہور محدث، شیخ الاسلام، امام ابن حجر مکی شافعی رحمہ اللہ (متوفی979ھ) فرماتے ہیں کہ بلا شبہ سیدنا معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نسب، قرابت رسول، علم اور حلم کے اعتبار سے اکابر صحابہ میں سے ہیں..... پس ان اوصاف کی وجہ سے جو آپ کی ذات میں بالاجماع پائے جاتے ہیں واجب ضروری ہے کہ آپ سے محبت کی جائے۔

(تطہیر الجنان واللسان عن الخطور والتفوہ بثلب سیدنا معاویہ بن ابی سفیان, صفحہ نمبر3 بہ حوالہ من ھو معاویہ)

اذان بلال اور سورج کا نکلنا

عوام الناس سے لے کر خواص تک ایک واقعہ بہت مشہور ہے کہ حضرت سیدنا بلال رضی اللہ تعالی عنہ کی زبان میں لکنت تھی جس کی وجہ سے آپ رضی اللہ تعالی عنہ اذان کے کلمات کو صحیح طور پر ادا نہیں کر پاتے تھے؛ ایک مرتبہ آپ کو اذان دینے سے روکا گیا اور جب آپ نے اذان نہیں دی تو سورج ہی نہیں نکلا!

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ حضرت بلال کی "سین" اللہ تعالی کے نزدیک "شین" ہے۔

اس واقعے کو کچھ مقررین بڑے شوق سے بیان کرتے ہیں اور کچھ لوگوں کو بھی ایسی مسالے دار روایات سننے میں بڑا مزا آتا ہے۔

کئی معتبر علما نے اس روایت کا رد کیا ہے اور اسے موضوع و منگھڑت قرار دیا ہے لیکن پھر بھی کچھ مقررین اپنی عادت سے مجبور ہیں۔ مقررین کی پیشہ ورانہ مجبوری اُنھیں ایسی روایات چھوڑنے نہیں دیتی،

ع ذرا سا جھوٹ ضروری ہے داستاں کے لیے

اس روایت کے متعلق علمائے محققین کی آرا ذیل میں نقل کی جاتی ہیں:

(1) امام ابن کثیر (م774ھ) اس روایت کے بارے میں لکھتے ہیں کہ اس کی کوئی اصل نہیں ہے۔

(البداية والنهاية، ج5، ص477)

(2) امام شیخ عبد الرحمن سخاوی (م904ھ) اس روایت کو نقل کرنے کے بعد برہان سفاقسی کے حوالے سے علامہ جمال الدین المزی کا قول نقل کرتے ہیں کہ یہ روایت عوام کی زبانوں پر تو مشہور ہے لیکن ہم نے کسی بھی کتاب میں اسے نہیں پایا۔

(المقاصد الحسنة، ص190، ر221)

(3) امام سخاوی ایک اور مقام پر لکھتے ہیں کہ ابن کثیر نے کہا کہ اس کی کوئی اصل نہیں اور اسی طرح علامہ جمال الدین المزی کا قول گزر چکا۔

(ایضاً، ص397، ر582، ملتقطاً)

(4) علامہ عبد الوہاب شعرانی (م973ھ) اس روایت کے بارے میں فرماتے ہیں کہ یہ عوام کی زبان پر تو مشہور ہے لیکن اصول میں ہم نے اس بارے میں کوئی تائید نہیں دیکھی۔

(البدر المنیر فی غریب احادیث البشیر والنذیر،

ص117، ر915 بہ حوالہ جمال بلال)

(5) علامہ شعرانی مزید لکھتے ہیں کہ ابن کثیر کہتے ہیں کہ اس کی کوئی اصل نہیں۔

(ایضاً، ص186، ر1378)

(6) امام ملا علی قاری حنفی (م1014ھ) نے بھی اس روایت کو موضوع قرار دیا ہے۔

(الاسرار المرفوعة فی الاخبار الموضوعة

المعروف بالموضوعات الکبریٰ، ص140 ،ر76)

(7) علامہ بدر الدین زرکشی (م794ھ) اس روایت کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ حافظ جمال الدین المزی فرماتے ہیں کہ یہ روایت عوام کی زبان پر تو مشہور ہے لیکن اس بارے میں ہم نے امہات الکتب میں کچھ بھی نہیں دیکھا اور اس روایت کے بارے میں شیخ برہان الدین سفاقسی کا بھی یہی قول ہے۔

(اللآلی المنثورة فی الاحادیث المشهورة، ص207، 208)

(8) علامہ ابن المبرد المقدسی (م909ھ) اس روایت کو لکھنے کے بعد علامہ جمال الدین المزی کا قول نقل کرتے ہیں کہ مستند کتب میں اس کا کوئی وجود نہیں۔

(التخریج الصغیر والتحبیر الکبیر، ص109، ر554)

(9) علامہ اسماعیل بن محمد العجلونی (م1162ھ) اس روایت کو لکھنے کے بعد امام جلال الدین سیوطی کا قول نقل کرتے ہیں کہ امہات الکتب میں ایسا کچھ بھی وارد نہیں ہوا اور امام ملا علی قاری فرماتے ہیں کہ اس کی کوئی اصل نہیں اور علامہ جمال الدین المزی سے نقل کرتے ہوئے شیخ برہان سفاقسی فرماتے ہیں کہ عوام کی زبان پر تو ایسا مشہور ہے لیکن اصل کتب میں ایسا کچھ بھی وارد نہیں ہوا۔

(کشف الخفاء و مزیل الالباس، ص260، ر695)

(10) علامہ عجلونی مزید لکھتے ہیں کہ ابن کثیر کہتے ہیں کہ اس کی کوئی اصل نہیں۔

(ایضاً، ص530، ر1520)

(11 تا 15) اس روایت کا رد ان کتب میں بھی موجود ہے:

"تمیز الطیب من الخبیث"، "تذکرۃ الموضوعات للھندی"،

"الدرر المنتشرۃ للسیوطی"، "الفوائد للکرمی"، "اسنی المطالب"۔

(16) علامہ شریف الحق امجدی (م1421ھ) لکھتے ہیں کہ یہ واقعہ بعض کتابوں میں درج ہے لیکن تمام محدثین کا اس پر اتفاق ہے کہ یہ روایت موضوع، منگھڑت اور بالکلیہ جھوٹ ہے۔

(فتاویٰ شارح بخاری، ج2 ،ص38)

(17) علامہ عبد المنان اعظمی (م1434ھ) لکھتے ہیں کہ حضرت بلال رضی اللہ تعالی عنہ کو اذان سے معزول کرنے کا ذکر ہم کو نہیں ملا بلکہ عینی جلد پنجم، صفحہ نمبر 108 میں ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ تعالی عنہ رسول اللہ ﷺ کے لیے سفر اور حضر ہر دو حال میں اذان دیتے اور یہ رسول اللہ ﷺ اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالی عنہ دونوں حضرات کی آخری زندگی تک مؤذن رہے۔

(فتاویٰ بحر العلوم، ج1، ص109)

(18) مولانا غلام احمد رضا لکھتے ہیں کہ یہ واقعہ موضوع و منگھڑت ہے، حقیقت سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ تعالی عنہ سے کلمات اذان صحیح (طور پر) ادا نہیں ہو پاتے تھے۔

(ملتقطاً: فتاوی مرکز تربیت افتا، ج2، ص647)

ان دلائل کے بعد اب اس روایت کے موضوع و منگھڑت ہونے میں کوئی شک باقی نہیں رہتا۔

جاہل حفاظ کی منگھڑت روایت

بعض جاہل حفاظ بچوں کو پڑھاتے کم اور مارتے زیادہ ہیں اور جب انھیں منع کیا جائے تو ایک روایت بیان کرتے ہیں کہ استاد کی مار سے دوزخ کی آگ حرام ہو جاتی ہے اور جس جگہ استاد کی مار پڑے گی اس جگہ دوزخ کی آگ نہیں جلائے گی- استاد صاحب ایک تو مار بھی رہے ہیں اور اوپر سے اس کی حکمت بھی بیان فرما رہے ہیں! واہ استاد صاحب......،

شیخ الحدیث، علامہ غلام رسول سعیدی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ بعض جاہل حفاظ اور قُرّا نے یہ حدیث گھڑی ہے کہ استاد کی مار سے..... الخ- یہ حدیث جھوٹی اور منگھڑت ہے اور نبی پر جھوٹ باندھنا گناہ کبیرہ ہے- ان جھوٹوں سے پوچھا جائے کہ یہ روایت حدیث کی کس کتاب میں مذکور ہے؟

(انظر: نعم الباری فی شرح صحیح البخاری، ج10، ص257)

اسے کہتے ہیں دوستی

امام غزالی رحمہ اللہ تعالی لکھتے ہیں کہ ایک شخص اپنے دوست کے پاس گیا اور اس کا دروازہ کھٹکھٹایا.....،

دوست نے پوچھا کہ کیسے آنا ہوا؟ اس نے کہا کہ مجھ پر چار سو درہم قرض ہیں؛ دوست نے چار سو درہم اس کے حوالے کر دیے اور روتا ہوا (گھر کے اندر) واپس آیا!

بیوی نے کہا کہ اگر ان درہموں سے تجھے اتنی محبت تھی تو دیے کیوں؟
اس نے کہا کہ میں تو اس لیے رو رہا ہوں کہ مجھے اپنے دوست کا حال اس کے بتائے بغیر کیوں نہ معلوم ہو سکا حتی کہ وہ میرا دروازہ کھٹکھٹانے پر مجبور ہو گیا-

(انظر: احیاء العلوم الدین، اردو، ج3، ص843)

امام غزالی مزید لکھتے ہیں کہ دوستی کو نکاح کے تعلق کی طرح تصور کرنا چاہیے کیوں کہ اس میں بھی حقوق ہیں- جو چیز ضرورت اور حاجت سے زائد ہو اسے بنا مانگے اپنے دوست کو دے دے؛ اگر اسے مانگنے اور کہنے کی نوبت آئے تو یہ دوستی کے درجے سے خارج ہے-

(ملخصاً: کیمیائے سعادت، اردو، ص291)

دوستی صرف ٹائم پاس کرنے کا کھلونا نہیں ہے کہ جب جی چاہا کھیلا اور ضرورت پوری ہونے پر پھینک دیا بلکہ یہ ایک بہت پیارا رشتہ ہے-
اس رشتے کو نبھانا بھی ہر کسی کے بس کی بات نہیں- دوست کی ضرورت کو محسوس کرنے کا نام دوستی ہے- اگر ہمارے پاس مال ہے اور دوست کو ضرورت ہے تو اس کے منھ کھولنے سے پہلے دے دینے کا نام دوستی ہے-

اس زمانے میں ایسے دوست بہت کم ملتے ہیں جو اس رشتے کی اہمیت کو سمجھتے ہیں، شاید میں بھی ان میں سے نہیں- ہمارے دوستوں کی تعداد تو سیکڑوں میں ہے لیکن کیا ہم نے کسی ایک سے بھی اچھی طرح دوستی نبھائی ہے؟ اس سوال کا جواب دینے سے پہلے میں نے گزرے ہوئے دنوں کو یاد کیا تو کوئی ایسی بات نظر نہیں آئی کہ میں جواب میں "ہاں" کہہ سکوں..........!!!

اعلی حضرت اور 8 ربیع الاول

جب عاشقانِ مصطفی اپنے نبی ﷺ کی آمد کی خوشیاں مناتے ہیں تو کچھ کلمہ پڑھنے والوں کو ہی بہت تکلیف ہوتی ہے اور ان کی یہ پریشانی اعتراض بن کر ہمارے سامنے آتی ہے- ربیع الاول کی بارہویں تاریخ کو حضور اکرم ﷺ کی آمد کا جشن منایا جاتا ہے تو اس پر یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ نبی کریم ﷺ کی ولادت تو آٹھ تاریخ کو ہوئی تھی جیسا کہ اعلی حضرت نے لکھا ہے، تو پھر بارہ تاریخ کو جشن کیوں؟

حقیقت میں اسے ہی کہتے ہیں "کھسیائی بلی کھمبا نوچے" لیکن یہاں تو کھمبا بھی نہیں!
اگر ہم اس بات کو تسلیم بھی کر لیں کہ اعلی حضرت نے آٹھ ربیع الاول کو ہی درست قرار دیا ہے اور آٹھ ہی تاریخ کو جشن منانا شروع بھی کر دیں تو کیا ان کو تکلیف نہیں ہوگی؟ بالکل ہوگی اور یہ کہیں گے کہ جب جمہور علما کا قول بارہ ربیع الاول ہے تو پھر آٹھ تاریخ کو جشن کیوں؟
در اصل یہاں مسئلہ تاریخ کا نہیں ہے بلکہ مقصود مسلمانوں کو ایک کار ثواب سے دور کرنا ہے- ہمیں چاہیے کہ ایسے لوگوں کی باتوں کو ایک کان سے سنیں اور دوسرے کان سے نکال دیں، یہ لوگ ہمارے بزرگوں بالخصوص اعلی حضرت رحمہ اللہ کی عبارات میں خیانت کرتے ہیں اور آدھی ادھوری بات کو دکھا کر عوام کو گمراہ کرنا چاہتے ہیں-

اعلی حضرت رحمہ اللہ کے متعلق یہ کہنا کہ ان کے نزدیک حضور اکرم ﷺ کی تاریخ ولادت آٹھ ربیع الاول ہے، یہ قطعی درست نہیں اور اس پر زیادہ کچھ نہ کہ کر ہم ان کے ایک شعر کو نقل کرنے پر اکتفا کرتے ہیں:

بارہویں کے چاند کا مجرا ہے سجدہ نور کا
صدقہ لینے نور کا آیا ہے تارا نور کا
(امام اہل سنت، اعلی حضرت علیہ الرحمہ)

اعلی حضرت اور تقریر

امام اہل سنت، اعلی حضرت رحمہ اللہ زیادہ وعظ نہ فرمایا کرتے- آپ کا معمول تھا کہ سال میں تین وعظ مستقلاً فرمایا کرتے تھے-

ہر کسی کی تقریر نہیں سنتے تھے:

حضرت علامہ مفتی امجد علی اعظمی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ اعلی حضرت کی عادت تھی کہ دو تین آدمیوں کے علاوہ کسی کی تقریر نہیں سنتے تھے؛ ان دو تین آدمیوں میں ایک میں بھی تھا- اعلی حضرت یہ ارشاد فرمایا کرتے تھے کہ "عموماً مقررین اور واعظین میں افراط و تفریط ہوتی ہے، احادیث کے بیان کرنے میں بہت سی باتیں اپنی طرف سے ملا دیا کرتے ہیں اور ان کو حدیث قرار دیا کرتے ہیں جو یقیناً حدیث نہیں ہیں- الفاظ حدیث کی تفسیر و تشریح اور اس میں بیان نکات امر آخر ہے اور یہ جائز ہے مگر نفس حدیث میں اضافہ اور جس شے کو حضور اکرم ﷺ نے نہ فرمایا ہو اس کو حضور ﷺ کی طرف نسبت کرنا یقیناً وضع حدیث ہے جس پر سخت وعید وارد ہے لہذا میں ایسی مجالس میں شرکت پسند نہیں کرتا جہاں اس قسم کی خلاف شرع بات ہو"

(ملخصاً: حیات اعلی حضرت و تذکرۂ اعلی حضرت)

ڈاکٹر اقبال

بدر العلماء، حضرت علامہ مولانا بدر الدین احمد صدیقی علیہ الرحمہ، ڈاکٹر اقبال کے بارے میں لکھتے ہیں:

رضوی دار الافتاء بریلی شریف میں ایک استفتا پیش کیا گیا جس میں ڈاکٹر اقبال کے کچھ (کفریہ) اشعار کے متعلق سوال کیا گیا تھا تو مولانا مفتی محمد اعظم نے (فتوے میں) اُن اشعار کو کفریہ قرار دیا اور قائل (یعنی ڈاکٹر اقبال) کے بارے میں تحریر کیا کہ میں نے حضور مفتی اعظم ہند، علامہ مصطفی رضا خان علیہ الرحمہ سے ڈاکٹر اقبال کے بارے میں دریافت کیا تو آپ نے فرمایا:

بے شک اقبال سے خلاف شرع امور کا صدور ہوا ہے، کفریات تک اس سے صادر ہوئے ہیں مگر وہ اللہ تعالی کے محبوب، سرکارِ دو عالم ﷺ کی شان میں گستاخ و بے ادب نہیں تھا- بے شک جہالت کی بنا پر اس سے کفر تک پہنچانے والی غلطیاں ہوئی ہیں مگر آخر وقت میں مرنے سے پہلے اس کی توبہ بھی مشہور ہے اور جو اللہ کے محبوب کی شان میں گستاخ نہیں ہوتا اس کو توبہ کی توفیق ہوتی ہے-

اس کے بعد حضور مفتی اعظم ہند نے اقبال کا یہ شعر پڑھا:

بمصطفیٰ برساں خویش راکہ دیں ہمہ اوست گر باو نرسیدی تمام بولہبی است

یہ شعر پڑھ کر حضرت کی آنکھوں میں آنسو بھر گئے اور فرمانے لگے کہ اس شعر سے حضور ﷺ کے ساتھ اقبال کی سچی محبت ظاہر ہے- اس کے بعد فرمایا کہ اقبال کے بارے میں توقف چاہیے اور حضرت کا یہ فرمان ناسازی طبع سے پندرہ سولہ سال پہلے کا ہے اور حضرت کے اس فرمان پر ہمارا عمل ہے-

(فتاوی بدر العلماء، ص126، 229، ملخصاً)

خلیفۂ حضور مفتی اعظم ہند، حضرت علامہ مفتی شریف الحق امجدی رحمہ اللہ تعالی، ڈاکٹر اقبال کے ایک شعر کی تاویل کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ہمیں حکم ہے کہ مومن کے کلام کو اچھے معنوں پر محمول کرنا واجب ہے-

(فتاوی شارح بخاری، ج2، ص486، ملتقطاً)

آپ رحمہ اللہ تعالی ایک اور مقام پر لکھتے ہیں کہ اقبال کی توبہ مشہور ہے، بہت سے مستند عالموں نے اس کی (توبہ کی) روایت بھی کی ہے اس لیے اس کے بارے میں سکوت کیا جاتا ہے-

(فتاوی شارح بخاری، ج3، ص491، ملتقطاً)

امام اعمش اور قصہ گو مقرر

جب امام اعمش رحمہ اللہ بصرہ گئے تو وہاں کی جامع مسجد میں تشریف لے گئے- آپ نے مسجد میں دیکھا کہ ایک قصہ گو شخص یہ بیان کر رہا تھا کہ "حضرت اعمش سے حضرت ابو اسحاق نے روایت کیا اور حضرت اعمش نے ابو وائل سے روایت کیا...." یہ سن کر حضرت امام اعمش رحمہ اللہ حلقے (محفل) کے درمیان کھڑے ہو گئے اور بازو بلند کر کے بغل کے بال اکھاڑنے لگے!

جب اس قصہ گو مقرر نے امام اعمش کو دیکھا تو کہنے لگا: اے بوڑھے انسان! کیا تجھے اتنی بھی حیا نہیں کہ ہم یہاں علم کی مجلس میں بیٹھے ہیں اور تو ایسا کام کر رہا ہے؟

امام اعمش رحمہ اللہ نے فرمایا: مَیں جو کام کر رہا ہوں وہ اس سے بہتر ہے جو تم کر رہے ہو!

وہ بولا: کیسے؟

امام اعمش رحمہ اللہ نے فرمایا: اس لیے کہ مَیں ایک سنت ادا کر رہا ہوں اور تو جھوٹ بول رہا ہے- مَیں ہی اعمش ہوں اور جو کچھ تم بول رہے تھے اس میں سے کچھ بھی مَیں نے تم سے بیان نہیں کیا-

جب لوگوں نے امام اعمش رحمہ اللہ کی بات سنی تو اس قصہ گو سے ہٹ کر آپ کے گرد جمع ہو گئے اور عرض کرنے لگے: اے ابو محمد! ہمیں احادیث مبارکہ سنایئے-

(تحذیر الخواص للسیوطی، الفصل العاشر فی زیادات، ص14 بہ حوالہ قوت القلوب، ج1، ص723، ملخصاً)

امام ربیع بن نافع حلبی اور حضرت امیر معاویہ

امام ابو توبہ ربیع بن نافع حلبی (متوفی 241ھ) فرماتے ہیں:
حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالی عنہ رسول اکرم ﷺ کے صحابہ کا پردہ ہیں، جب کوئی شخص پردہ اٹھاتا ہے تو جو کچھ اس کے پیچھے ہے اس پر بھی جرات کرتا ہے۔
یعنی جو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالی عنہ پر طعن کرتا ہے ایک وقت آتا ہے کہ وہ دیگر صحابہ پر بھی زبان دراز کرتا ہے۔

(البدایہ والنھایہ، ج8، ص148۔
تاریخ بغداد، ج1، ص577۔
تاریخ دمشق، ج59، ص209
بہ حوالہ من ھو معاویہ مصنفہ علامہ لقمان شاہد)

امام شعبی اور جھوٹا مقرر

امام شعبی جو کہ اجلہ تابعین میں سے ہیں، فرماتے ہیں کہ میں ایک مسجد میں نماز پڑھنے کے لیے گیا تو دیکھا کہ ایک لمبی داڑھی والا شخص تقریر کر رہا ہے، انھیں لوگ گھیرے ہوئے ہیں؛ اس نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے دو صور پیدا فرمائے ہیں، ہر صور میں دو بار پھونکا جائے گا، ایک بے ہوشی کے لیے ایک قیامت کے لیے۔

امام شعبی نے اس مقرر سے کہا کہ اللہ سے ڈر! جھوٹی حدیث مت بیان کر، اللہ تعالیٰ نے صرف ایک صور پیدا کیا ہے جس میں دو بار پھونکا جائے گا تو اس مقرر نے کہا کہ اے بدکردار تو میرا رد کرتا ہے اور جوتا اٹھا کر امام شعبی کو مارنے لگا پھر پورا مجمع امام شعبی پر
ٹوٹ پڑا اور پٹائی شروع کر دی اور امام شعبی کہتے ہیں کہ مجھے اس وقت تک نہیں چھوڑا جب تک میں نے یہ نہیں کہا کہ اللہ تعالیٰ نے دو صور پیدا کیے ہیں، تو ان لوگوں نے میری جان بخشی۔

(ملخصاً: فتاوی شارح بخاری، ج2، ص130)

آج کل کے مقررین اور عوام کا بھی یہی حال ہے، اگر کوئی شخص کہہ دے کہ فلاں مقرر نے جھوٹا واقعہ بیان کیا ہے تو اس کی خیر نہیں۔

امام قسطلانی اور میلاد

شارح بخاری، امام قسطلانی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کی پیدائش کے مہینے میں اہل اسلام ہمیشہ سے محفلیں منعقد کرتے چلے آئے ہیں اور خوشی کے ساتھ کھانے پکاتے رہے اور دعوت طعام کرتے رہے ہیں اور ان راتوں میں انواع و اقسام کی خیرات کرتے رہے اور سرور ظاہر کرتے چلے آئے ہیں اور نیک کاموں میں ہمیشہ زیادتی کرتے رہے ہیں اور حضور اقدس ﷺ کے مولد کریم کی قرآت کا اہتمام خاص کرتے رہے ہیں جن کی برکتوں سے ان پر اللہ تعالی کا فضل ظاہر ہوتا رہا ہے اور اس کے خواص سے یہ امر مجرب ہے کہ انعقاد محفل میلاد اس سال میں موجب امن و امان ہوتا ہے اور ہر مقصود و مراد پانے کے لیے جلدی آنے والی خوش خبری ہوتی ہے تو اللہ تعالی اس شخص پر بہت رحمتیں فرمائے جس نے ماہ میلاد مبارک کی ہر رات کو عید بنا لیا تاکہ یہ عید میلاد سخت ترین علت ہو جائے اس شخص پر جس کے دل میں مرض و عناد ہے اور علامہ ابن الحاج نے مدخل میں طویل کلام کیا ہے، ان چیزوں پر انکار کرنے میں جو لوگوں نے بدعتیں اور نفسانی خواہشیں پیدا کر دی ہیں اور آلات محرمہ کے ساتھ عمل مولود شریف میں غنا کو شامل کر دیا ہے تو اللہ تعالی ان کو ان کے قصد جمیل پر ثواب دے اور ہمیں سنت کی راہ چلائے، بے شک وہ ہمیں کافی ہے اور بہت اچھا وکیل ہے۔

(مواہب اللدنية، ج1، ص27، مطبوعہ مصر)

علامہ قسطلانی علیہ الرحمہ کی اس عبارت سے حسب ذیل امور ثابت ہوئے:

(1) ماہ میلاد (ربیع الاول) میں انعقاد محفل میلاد اہل اسلام کا طریقہ رہا ہے۔

(2) کھانے پکانے کا اہتمام، انواع و اقسام کے خیرات و صدقات ماہ میلاد کی راتوں میں اہل اسلام ہمیشہ کرتے رہے ہیں۔

(3) ماہ ربیع الاول میں خوشی و مسرت و سرور کا اظہار شعار مسلمین ہے۔

(4) ماہ میلاد کی راتوں میں زیادہ سے زیادہ نیک کام کرنا مسلمانوں کا پسندیدہ طریقہ چلا آ رہا ہے۔

(5) ماہ ربیع الاول میں میلاد شریف پڑھنا اور قرآت میلاد پاک کا اہتمام خاص کرنا مسلمانوں کا محبوب طرز عمل ہے-

(6) میلاد کی برکتوں سے میلاد کرنے والوں پر اللہ تعالی کا فضل عمیم ہمیشہ سے ظاہر ہوتا چلا آیا ہے-

(7) محفل میلاد کے خواص سے یہ مجرب خاصہ ہے کہ جس سال میں محافل میلاد منعقد کی جائیں وہ تمام سال امن و امان سے گزرتا ہے-

(8) انعقاد محافل میلاد مقصود و مطلب پانے کے لیے بشری عاجلہ (جلد آنے والی خوش خبری) ہے-

(9) میلاد مبارک کی راتوں کو عید منانے والے مسلمان اللہ تعالی کی رحمتوں کے اہل ہیں-

(10) ربیع الاول میں میلاد شریف کی محفلیں منعقد کرنا اور ماہ میلاد کی ہر رات کو عید بنانا یعنی عید میلاد منانا ان لوگوں کے لیے سخت مصیبت ہے جن کے دلوں میں نفاق کا مرض اور عداوت رسول کی بیماری ہے-

(11) علامہ ابن الحاج نے مدخل میں جو انکار کیا ہے وہ انعقاد محفل میلاد پر نہیں بلکہ ان بدعات اور نفسانی خواہشات پر ہے جو لوگوں نے محافل میلاد میں شامل کر دی تھیں- آلات محرمہ کے ساتھ گانا بجانا میلاد شریف کی محفلوں میں شامل کر دیا گیا تھا- ایسے منکرات پر صاحب مدخل نے انکار فرمایا اور ایسے ناجائز امور پر ہر سنی مسلمان انکار کرتا ہے- صاحب مدخل کی عبارات سے دھوکا دینے والوں کو معلوم ہونا چاہیے کہ امام قسطلانی نے ان کا یہ طلسم بھی توڑ پھوڑ کر رکھ دیا ہے-

علامہ شیخ اسماعیل حقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ امام جلال الدین سیوطی نے فرمایا کہ حضور اکرم ﷺ کی ولادت با سعادت پر شکر ظاہر کرنا ہمارے لیے مستحب ہے-

(تفسیر روح البیان, ج9, ص25)

(ماخوذ از میلاد النبی, غزالی زماں,
علامہ سید احمد سعید کاظمی رحمہ اللہ)

ایمان اور حب محمد ﷺ

حضرت علامہ مولانا سید محمد مدنی اشرفی جیلانی لکھتے ہیں:

رسول کریم ﷺ کو چاہنا ایمان ہے، اور سب سے زیادہ چاہنا کمالِ ایمان ہے- یہ ایک ایسی منصوص حقیقت ہے جو ہر طرح کے شکوک و شبہات سے بالا تر ہے-

یہ بھی ایک عجیب اتفاق ہے کہ "ابجد" کے حساب سے "ایمان" کا جو عدد ہے، بعینہ وہی عدد "حب محمد" ﷺ کا بھی ہے-

ایمان کا عدد ہے: ایک سو دو (102) اور یہی عدد "حب محمد" ﷺ کا بھی ہے-

یہ اتفاق بھی قابل دید ہے کہ جو عدد "کفر" کا ہے، بعینہ وہی عدد "ہجر محمد" کا بھی ہے-

کفر کا عدد ہے: تین سو (300) اور "ہجر محمد" کا بھی یہی عدد ہے- ہجر کہتے ہیں قطع تعلق کر لینے کو......، الغرض نبی کی محبت ہی ایمان ہے اور ایمان ہی نبی کی محبت ہے-

(ملتقطاً: کتاب "یایھا الذین آمنوا" پر تبصرہ، ج1، ص12)

اللہ تعالی ہمیں حقیقی"حب محمد" ﷺ عطا فرمائے-

ایک طرف علم دین اور ایک طرف بیٹے کا جنازہ

امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالی کے بیٹے کا جب انتقال ہو گیا تو آپ نے ایک شخص کو اسے دفن کرنے کی ذمے داری سونپ دی اور خود امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالی کی مجلس میں علم سیکھنے چلے گئے اور کہنے لگے کہ کہیں میرا آج کا سبق نہ چھوٹ جائے!

(المستطرف فی کل فن مستظرف، ج1، ص76)

زبان سے اظہار کرنے والے تو کافی ملیں گے لیکن اصل میں اسے کہتے ہیں علم دین حاصل کرنے کا جزبہ!
اے کاش کہ ہمارے نوجوانوں کے اندر بھی ایسا جزبہ پیدا ہو جائے-

Connect with us on Social Media

Facebook/OfficialAbdeMustafa
WhatsApp/+919102520764
Telegram/@AbdeMustafa
Telegram Channel/abdemustafaofficial
Telegram Library/abdemustafalibrary
Instagram/abde_mustafa_official
Blog : Abdemustafaofficial.blogspot.com
Email : Abdemustafa78692@gmail.com
Twitter/AbdeMustafa92

Abde Mustafa official